52

ہدایت کے لئے ہمیشہ دعا کرنے کی ضرورت

(فرمودہ یکم فروری ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

میں بہت دفعہ لوگوں سے یہ بات سنتا ہوں یا کتابوں میں دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو چیز پہلے موجود ہو۔ اس کے لئے ہدایت کی ضرورت نہیں صرف انہیں چیزوں کے بتانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو پہلے موجود نہ ہوں۔ حالانکہ اس سے زیادہ جہالت کی اور کوئی بات نہیں۔

دنیا میں جہالتیں دو قسم کی ہیں ایک جہالت تو یہ ہوتی ہے۔ کہ آیا فلاں قسم کی ضرورت کی چیز موجود ہے یا نہیں۔ اور کیا وہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے یا نہیں۔ دوسری جہالت یہ ہے کہ وہ ضرورت کس جگہ سے پوری ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں جہالتیں تباہی کا موجب ہوتی ہیں ایک ایسا شخص جس کو یہ معلوم نہیں کہ میری بیماری کا علاج ہے اور ایک وہ جس کو یہ معلوم نہیں کہ اس بیماری کا علاج کہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ اس کی بیماری کا علاج کہاں ہو سکتا ہے۔ تو وہ بھی ادھر ادھر دھکے کھاتا پھرے گا۔ کبھی وہ ترکھانوں کے پاس جائے گا۔ کہ مجھے کونین دو کبھی لوہاروں کے پاس چلا جائے گا کہ مجھے فلاں دوائی دے دو۔

غرضیکہ بیسیوں چیزیں ہم دیکھتے ہیں کہ جن کو لوگ باوجود ان کے روزانہ استعمال کے پھر ان کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے ملتی ہے۔ مثلاً چائے ہی ہے۔ جس کے متعلق بہت لوگ نہیں جانتے کہ وہ کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ روزانہ اسے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ چائے ہندوستان میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن پنجاب کے ضلع کانگڑہ میں کثرت سے پیدا ہوتی ہے عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ چائے ولایت میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس جہالت صرف اسی بات کا نام نہیں کہ کوئی چیز معلوم نہ ہو۔ اور کسی چیز کا علم نہ ہو بلکہ یہ بھی جہالت ہے کہ کسی چیز کی ضرورت

معلوم ہو۔ اور اس کی جگہ معلوم نہ ہو۔

حضرت صاحب کے دعویٰ کے مقابلہ میں بھی سب سے بڑی روک جہالت ہے کیونکہ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ جب ہدایت آچکی ہے۔ تو پھر مرزا صاحب کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ فلاں حصہ ہدایت کا ہے کہاں؟ اور کیسے پورا ہو سکتا ہے۔ اب ایک ماں کا گم شدہ بچہ جو اپنی ماں کے لئے روتا پھرتا ہے۔ کیا اسے یہ کہہ کر تسلی دے سکتے ہیں۔ کہ تیری ماں فلاں جگہ ہے۔ یا اسے اس کی ماں کے پاس پہنچایا جائے۔ اسی طرح اگر ساری دنیا بھی کہ ہدایت سے بھری ہوئی ہو۔ لیکن ہمیں علم نہ ہو۔ کہ وہ ہدایت ہے کہاں اور کس کے پاس مل سکتی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ہلاکت ہے۔ اب ایک شخص ہے۔ جس کو معلوم نہیں کہ اس کی بیماری کا کیا علاج ہے اور ایک دوسرا شخص ہے۔ جس کو معلوم نہیں کہ بیماری کا علاج کہاں ہوتا ہے۔ ان دونوں کے لئے ہلاکت تیار بیٹھی ہے۔ اور دونوں کے لئے خطرہ ہے۔

اسی طرح وہ قوم کہ جس کو معلوم نہیں کہ ہدایت ہے کہاں۔ وہ اسی قوم کی طرح ہے۔ جو یہ نہیں جانتی ہے کہ آیا ہدایت ہے یا نہیں۔

اهدنا میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہدایت تو آگئی ہے لیکن ہمیں یہ پتا نہیں کہ ہدایت ہے کہاں۔ کیونکہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے ماننے والے تو ہم سب اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی خدا کا ہی کام ہے کہ وہ بتائے کہ قرآن کے ماننے والوں میں سے کون سا گروہ **انعمت علیھم** میں شامل ہے۔ تو **اھدنا** میں بتایا ہے کہ ہدایت کے ہوتے ہوئے ہمیں ضرورت ہے کہ ہم تلاش کریں۔ کہ ہدایت ہے کہاں کیونکہ صرف قرآن کے مان لینے سے ہدایت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی تعلیم پر چلنے سے ہدایت ہوتی ہے۔ اگر ہم پہچان نہ سکیں۔ کہ کون اس کی تعلیم پر چل رہا ہے۔ تو ہمیں اس ہدایت سے کیا فائدہ اگر قرآن کریم موجود نہ ہوتا تو ہمارے لئے ایسی ہی بربادی کی صورت تھی کہ جیسے اس حالت میں کہ جب کہ قرآن کے ہوتے ہوئے پھر اس کی صحیح تعلیم اور صحیح مفہوم بتانے والا اور اس پر چلنے والا ہمارے سامنے نہ ہوتا۔ پس اس ضرورت کے ماتحت ہمیشہ انبیاء و مرسلین کی ضرورت ہے اور ضرورت رہے گی جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ ہدایت کہاں سے مل سکتی ہے اور کون اس پر چل رہا ہے۔ تب تک ہم خطرہ سے محفوظ ہوں گے تو صداقتوں کے لئے یہ بھی ضرورت ہے کہ ان کے کون سے مطالب درست ہیں۔ دیکھو حضرت صاحب کی تعلیم کے ہوتے ہوئے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کے لئے بھی خدا ہی کی مدد کی ضرورت

ہے۔ جو فیصلہ کرے کہ دو گروہوں میں سے کون حق پر ہے ورنہ امر مشتبہ ہو جائے۔ کیونکہ ایک جماعت تو اسبات کو نکال کر دکھاتی ہے کہ حضرت صاحب نبی نہیں اور ایک جماعت یہ نکال دیتی ہے کہ وہ نبی ہیں۔ اور ایک جماعت حضرت صاحب کی تعلیم سے یہ ثابت کرتی ہے کہ حضرت صاحب کا منکر کافر ہے اور اس کا جنازہ جائز نہیں اور دوسرا گروہ اس کے خلاف ثابت کرتا ہے بیشک ہمارے پاس دلائل ہیں۔ لیکن پھر بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ وہ ہمیں گمراہی سے بچائے اور صداقت پر قائم رکھے۔ پس سورۃ فاتحہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہم ہر لحہ ہدایت کے محتاج ہیں۔ دیکھو یہاں ہی حضرت صاحب کی کتب کی تشریحات و تاویلات شروع ہو گئی ہیں۔

وہ لوگ جو اپنی حالت پر مطمئن ہو جاتے ہیں وہی ہمیشہ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہروقت ہدایت کے محتاج ہیں اور خدا کی مدد کے محتاج ہیں۔ وہ ٹھوکر سے محفوظ رہتے ہیں۔

دیکھو ہمارا جب اختلاف شروع ہوا تو اس وقت باوجود اس کے کہ ان عقائد کے متعلق میرے پاس کافی دلائل تھے۔ پھر میں نے بار بار متواتر کئی دنوں تک یہ دعا کی کہ اے خدا! اگر یہ عقائد درست نہیں اور مجھے ان پر قائم نہیں رہنا چاہئے۔ تو تو مجھ پر ظاہر کر دے کہ یہ میرے خیالات درست نہیں اور مجھے ان عقائد سے ہٹا لے۔ مجھے قطعاً" اس بات کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب نبی ہیں یا نہیں۔ مجھے تو صرف تیری رضا کی ضرورت ہے۔ اس دعا کے بعد جب بڑے وثوق کے ساتھ مجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کیا گیا کہ جن عقائد پر میں قائم ہوں اور یہ کہ حضرت مسیح موعود واقعی نبی ہیں۔ تب مجھے اطمینان ہوا۔

جب دلائل اور ہدایت دونوں جمع ہو جائیں تب پھر کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ پس وہ انسان کہ جو ایمان کی ضرورت سمجھتا ہے۔ اسے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ خدا اسے سچے راستہ پر قائم رکھے صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔ جو غلطیوں سے پاک ہے۔ باقی کوئی انسان غلطی سے محفوظ نہیں اس کے لئے ہروقت ٹھوکر لگنے کا خطرہ ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ میں ہدایت پر قائم رہوں اور اے خدا میں تیری مدد کا ہروقت محتاج ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں ایسے شخص کے پاس ہدایت سمجھوں کہ جو درحقیقت خود گمراہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ ایک کے پاس ہدایت ہو لیکن مجھے معلوم نہ ہو کہ ہدایت اس کے پاس ہے۔ جب اخلاص کے ساتھ

انسان دعا مانگتا رہے تو ضرور اسے خدا تعالیٰ صحیح بات پر قائم کر دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ واقعی اپنے آپ کو ہدایت کا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج سمجھ کر دعا کرے اگر اس کی ایسی حالت نہیں تو وہ خدا سے دھوکہ کرنا چاہتا ہے اور اس سے زیادہ کون گمراہ شخص ہے جو خدا سے دھوکہ کرنا چاہتا ہے جب کہ نفس تو اس کا یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے ہدایت کی کوئی ضرورت نہیں اور ظاہر وہ یہ کرتا ہے کہ اسے ضرورت ہے۔ ایسے شخص کی دعا کچھ فائدہ نہیں دے گی پس ہر مسلم کا فرض ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت اس کے مطالب پر غور کرے اور دعا کرے کہ وہ ہدایت پر قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ تمام دوستوں کو توفیق بخشے کہ اس کے جلال کو سمجھیں اور اپنے آپ کو اس کے آگے بے جان کی طرح ڈال دیں تاکہ اس کی نصرتیں ہمارے شامل حال ہوں۔ اور ہم کو سچائی پر قائم رکھے۔ (آمین)

(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۲۴ء)